مولانا محمد یوسف لدھیانوی
مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان

مرزا غلام احمد قادیانی کے سات دن

مرزا غلام احمد قادیانی مراق اور ذیابیطس کے مریض تھے، اور یہ دونوں مرض ان کو دعوئی نبوت و مسیحیت کے انعام میں عطا کئے گئے تھے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں :

"دو مرض میرے لاحق حال ہیں، ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں۔ اور دوسری بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ اوپر کے حصہ میں دوران سر ہے، اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب ہے۔ اور یہ دونوں مرضیں اسی زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعوئی مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۰۷)

مرزا صاحب کی کوئی کتاب پڑھنے بیٹھئے۔ تو ممکن نہیں کہ مرزا صاحب کے مراقی بخارات سے (جن کو وہ حقائق و معارف کہا کرتے ہیں۔) خود آپ کا سر نہ چکرانے لگے، ان "بخارات" کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ الفاظ ہیں معنی نہیں، دعوئی ہے۔ دلیل نہیں۔ خیالاتی محلات ہیں۔ حقیقت نہیں، اور خود لکھنے کا یہ حال کہ ۔

نہ باگ ہاتھ میں ہے نہ پا ہے رکاب میں

آیئے مرزا صاحب کا لیکچر لاہور سنیئے، جو ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو ایک عظیم الشان جلسہ میں پڑھا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے :

"معلوم ہوتا ہے کہ سات ہزار برس میں دنیا کا ایک دور ختم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اور اسی امر پر نشان قرار دینے کیلئے دنیا میں سات دن مقرر کئے گئے، تاکہ ہر ایک دن ایک ہزار برس پر دلالت کرے، ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح سے کتنے (سات ہزار سے) دور گذر چکے ہیں۔ اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آ چکے ہیں، چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے۔ اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں

کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے، لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے" (صـ۳۰، صـ۳۹)

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ سات دن سے سات ہزار اور سات ہزار سے کئی سات ہزار۔ اور کئی سات ہزار سے دنیا کے قدیم ہونے کا عقیدہ کیسے نکل آیا۔؟ اور اسکی دلیل صرف یہ کہ معلوم ہوتا ہے"۔ مرزا صاحب نے غالباً اسلامی عقائد کی کتابوں کا مطالعہ نہیں فرمایا ورنہ ان کی نظر سے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ضرور گذرا ہوتا کہ:

ان العالم حادث .... فمن قال بقدم العالم فھو کافر (شرح فقہ اکبر ص ۱۲ مطبوعہ مجتبائی)
دنیا حادث ہے، پس جو شخص دنیا کو قدیم کہے وہ کافر ہے۔

خالق اور خلق :——— آگے ارشاد ہوتا ہے:

"افسوس کہ حضرات عیسائیاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا، اور زمین و آسمان بنائے، اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ کے لئے معطل اور بیکار تھا، اور ازلی طور پر معطل چلا آتا ہے۔ یہ ایسا عقیدہ کہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کرے گا۔ مگر ہمارا عقیدہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے، اگر چاہے تو کروڑوں مرتبہ زمین و آسمان کو فنا کر سکے، پھر ایسے ہی بنا دے" (صـ۳۹)

مرزا صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر خدا خالق قدیم ہے تو لازم ہے کہ مخلوق کو بھی قدیم مانا جائے ورنہ لازم آئے گا کہ خدا ہمیشہ سے خالق نہیں بلکہ (معاذ اللہ) ازل سے معطل اور بیکار چلا آتا ہے۔ مگر یہ وہی پرانی مغالطہ ہے جو فلاسفہ اور دہریہ ہمیشہ پیش کرتے آئے ہیں اور اہلِ اسلام کا اس کے مقابلہ میں ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ازل ہی سے صفتِ خالقیت کے ساتھ موصوف ہے۔ مگر مخلوق ازلی نہیں، بلکہ حادث ہے۔

امام اعظمؒ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

وقد کان اللہ تعالیٰ خالقاً فی الازل — اور اللہ تعالیٰ ازل ہی سے خالق رہا ہے،
ولم یخلق الخلق۔ — جبکہ اس نے مخلوق کو پیدا نہیں کیا تھا۔

علامہ علی قاریؒ اسکی شرح میں فرماتے ہیں:

والحاصل انہ سبحانہ کما قال الطحاویؒ — حاصل یہ کہ جیسا کہ امام طحاویؒ نے فرمایا ہے۔

لیس منذ خلق الخلق استفاد اسم الخالق	اللہ تعالیٰ نے صرف مخلوق کو پیدا کرکے
ولا باحداثہ البریۃ استفاد اسم الباری	خالق کا نام نہیں پایا، اور مخلوق کی ایجاد
لہ معنی الربوبیۃ ولامربوبیہ ومعنی	کے بعد اس کو باری کا نام نہیں ملا،
الخالقیۃ ولامخلوق۔ وکما انہ محی الموتیٰ	بلکہ اسے ربوبیت کی صفت اس
بعد ما احییٰ استحق ھذا الاسم قبل احیائہم	وقت بھی حاصل تھی جبکہ کوئی مربوب
کذالک استحق اسم الخالق قبل انشائہم	نہیں تھا، اور خالقیت کی صفت
ذالک بانہ علیٰ کل شیئ قدیر	اس وقت بھی حاصل تھی جبکہ کوئی مخلوق

موجود نہیں تھی۔ جسطرح مردوں کو زندہ کرنے کے بعد وہ "زندہ کرنے والا" کہلاتا ہے۔ اسی طرح وہ ان کو پیدا کرنے سے قبل بھی اسم خالق کا مستحق تھا۔ اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت ازلیہ سے مخلوق کے ازلی ہونے پر استدلال کرنا عقلاً ونقلاً غلط ہے۔ اور یہ دہریوں کا عقیدہ ہے۔ مسلمانوں کا نہیں۔

سات ہزار کا دورہ : ــــــ مرزا صاحب فرماتے ہیں :

اس (اللہ تعالیٰ) نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ آدم جو پہلی امتوں کے بعد آیا، جو ہم سب کا باپ تھا، اس کے دنیا میں آنے کے وقت سے یہ سلسلہ انسانی شروع ہوا ہے۔ اور اس سلسلہ کی عمر کا پورا دورہ سات ہزار برس تک ہے۔ یہ سات ہزار خدا کے نزدیک ایسے ہیں جیسے انسان کے سات دن۔ (صہ ۳۹)

یہاں مرزا صاحب کے دو دعوے ہیں، اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آدم علیہ السلام، جو ہمارے جد امجد ہیں۔ وہ پہلی امتوں کے بعد آئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ یہ خبر قرآن کریم کی کس آیت میں دی گئی ہے۔؟

دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ اس دنیا کی عمر، جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی، سات ہزار سال ہے۔ یہ بات بھی کہیں قادیانی انجیل میں لکھی ہو تو ہو، مگر قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی جانب کوئی اشارہ نہیں فرمایا۔ اگر سات ہزار کے دورے کا نکتہ قادیان کے "بیت الفکر" سے باہر کسی کو معلوم ہوتا تو ہر شخص آسانی سے بتا سکتا تھا کہ قیامت فلاں سن کی فلاح تاریخ کو آئے گی۔ لیکن قرآن کریم نے صاف اعلان کیا کہ قیامت کب آئے گی۔؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب قیامت کے بارے میں دریافت کیا تو ارشاد فرمایا:

ما المسئول عنها باعلم من السائل۔ جس شخص سے دریافت کیا جارہا ہے وہ دریافت کنندہ سے زیادہ انہیں جانتا ہے۔

بعض روایات جو اس سلسلہ میں مروی ہیں۔ اوّل تو وہ اس لائق نہیں کوئی عاقل ان پر اپنے توہمات کی عمارت استوار کرے۔ چنانچہ محدثین نے انہیں موضوعات میں شمار کیا ہے۔ اور اگر ان کی صحت کو تسلیم کیا جائے تو مرزا صاحب کے دعویٰ کا سارا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچویں ہزار کے آخر میں مبعوث ہوتے تھے، اور ان روایات میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل چھ ہزار برس گذر چکے تھے۔ شیخ ملا علی قاریؒ موضوعات کبیر میں حافظ ابن قیمؒ سے نقل کرتے ہیں:

فصل: ومنها مخالفة الحديث لصريح القرآن لحديث مقدار الدنيا وانها سبعة آلاف ونحن في الالف السابعة وهذا من ابين الكذب لانه لو كان صحيحًا لكان كل احد عالمًا انه قد بقي للقيامة من وقتنا هذا مائتان واحد وخمسون سنة۔ والله تعالى يقول (يسئلونك عن الساعة ايان مرسها)..

کسی حدیث کے من گھڑت ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ قرآن کی نص صریح کے خلاف ہو، مثلاً یہ حدیث کہ "دنیا کی مقدار سات ہزار سال ہے۔ اور ہم ساتویں ہزار میں" کھلا جھوٹ ہے، اس لئے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہر شخص جان سکتا تھا کہ ہمارے اس وقت سے قیامت آنے میں دوسو اکیاون ۲۵۱ برس باقی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بیان سے کیا تعلق؟ اسکی تعیین کا مدار صرف آپ کے رب کیطرف ہے۔ الآیة۔

اس کو نقل کرکے شیخ علی قاریؒ فرماتے ہیں:

"جلال الدین سیوطیؒ اپنے رسالہ "الکشف عن مجاوزة هذه الامة عن الالف" میں ان احادیث کی تحقیق کے درپے ہوئے ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث سے قرب قیامت کا ثبوت معلوم ہوتا ہے۔ اور آیت سے تعین وقت کی نفی معلوم ہوتی ہے۔

لہٰذا دونوں میں کوئی منافاۃ نہیں۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ امت پندرہ صدیوں سے تجاوز نہیں کرے گی۔

اور ہمارے زمانے کے بعض برخود غلط مدعیانِ علم نے کھلا جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہے۔ (غالباً مرزا صاحب انہی کے بروز ہیں۔) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے آنے کا ٹھیک ٹھیک وقت معلوم تھا۔ اس سے کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حدیث جبریل میں یہ فرمایا ہے کہ: جس سے دریافت کیا جائے وہ دریافت کنندہ سے زیادہ نہیں جانتا" تو اس نے حدیث میں تحریف کر کے کہا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ "اے جبریل! میں اور تم دونوں جانتے ہیں"۔ اور یہ سب سے بڑا جہل اور بدترین تحریف ہے۔"

اس پر تفصیل سے ردّ کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ صریح جھوٹی اور من گھڑت روایات کی تصدیق کرتے ہیں اور احادیثِ صحیحہ میں تحریف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا حامی و ناصر ہے۔ وہ ایسے لوگوں کو قائم رکھے گا جو دین کی خیر خواہی کا حق ادا کرتے رہیں گے۔

(موضوعات کبیر صـ۱۶۲، صـ۱۶۳)

(مطبوعہ نور محمد کراچی)

حروف ابجد: — مرزا صاحب آگے لکھتے ہیں:

"غرض بنی آدم کی عمر کا دور سات ہزار برس مقرر ہے۔ اور اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پانچ ہزار برس کے قریب گذر چکا تھا، یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ خدا کے دنوں میں سے پانچ دن کے قریب گذر چکے تھے، جیسا کہ سورہ والعصر میں یعنی اس کے حروف میں ابجد کے لحاظ سے اشارہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب وہ سورہ نازل ہوئی، تب آدم کے زمانہ پر اسی قدر مدت گذر چکی تھی جو سورۂ موصوفہ اس حساب سے نوع انسانی کی عمر میں سے اب اس زمانہ میں چھ ہزار برس گذر چکے ہیں۔ اور ایک ہزار برس باقی ہیں۔" (صـ۳۹)

لیجئے مرزا صاحب نے سورۃ والعصر سے حروف ابجد کا حساب لگا کر دنیا کی پوری تاریخ معلوم کر لی۔ آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ۵ ہزار کے قریب۔ اور چودھویں کے آخر تک چھ ہزار، اور قیامت، سات ہزار۔ مرزا صاحب کا یہ مسیحی یا مراقی دقیقہ انہیں اسی وقت سے الہام

ہوگیا تھا، جب سے وہ مسیح موعود بنے، ازالۂ اوہام سے لیکر براہین احمدیہ حصہ پنجم تک قریباً تمام کتابوں میں وہ یہی رٹ لگاتے رہے، ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

"میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعہ الہام میرے پر کھلتے رہتے ہیں۔ اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا مثلاً یہ جو اس عاجز پر کھلا ہے کہ ابتدائے خلقتِ آدم سے جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورہ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے، یعنی چار ہزار سات سو چالیس، اب بتلاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن کریم کا اعجاز نمایاں ہے۔ کس تفسیر میں لکھے ہیں۔"

(ازلہ اوہام ص ۱۳۲ طبع پنجم)

اب ظاہر ہے کہ یہ خبط کسی اور کو کب سوجھ سکتا ہے، جو مرزا صاحب کو دعویٰ مسیحیت کے طفیل سوجھا، مرزا صاحب فخر کرتے ہیں کہ یہ دقائق وحقائق بتاؤ کس تفسیر میں لکھے ہیں۔ مگر انہیں معلوم نہیں کہ ایسے "دقائق وحقائق" کہانت میں داخل ہیں۔ جو اسلامی عقائد میں کفر کا شعبہ قرار دیا گیا ہے۔

شیخ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ومنها ان تصدیق الکاھن بما یخبرہ من الغیب کفر لقولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ۔ ولقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من اتی کاھنا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد۔	ایک مسئلہ یہ ہے کہ کاہن جو غیب کی خبریں دیتا ہے، اسکی تصدیق کرنا کفر ہے۔ کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے: "کہہ دیجئے کہ نہیں جانتے غیب جو آسمانوں میں ہیں۔ اور زمین میں ہیں سوائے اللہ کے۔" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کاہن کے پاس گیا۔ پس اسکی بات کی تصدیق کی تو اس نے کفر کیا اس کے ساتھ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔
ثم الکاھن ھو الذی یخبر عن الکوائن فی مستقبل الزمان ویدعی معرفۃ الاسرار فی المکان، وقیل الکاھن الساحر۔	اور کاہن وہ شخص ہے جو آئندہ زمانے کے واقعات کی خبر دیتا ہے۔ اور مکان کے اسرار کی معرفت کا مدعی ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ کاہن ساحر ہے۔

والمنجم اذا ادّعی العلم بالحوادث الآتیہ فھو مثل الکاھن و فی معناہ الرمّال۔

اور نجومی جب آئندہ واقعات کے علم کا دعویٰ کرے تو وہ بھی کاہن کے مثل ہے۔ اور اسی حکم میں رمّال داخل ہے۔

قال القونوی والحدیث لیشمل الکاھن والعراف، والمنجم، فلایجوز اتباع المنجم والرمّال وغیرھما کالضارب بالحصی، ومایعطی ھٰؤلاء حرام بالاجماع، کما نقلہ البغوی والقاضی العیاض وغیرھما، ولااتباع من ادّعی الالھام فیما یخبر بہ عن الھاماتہ بعد الانبیاء، ولااتباع قول من ادّعی علم الحروف المھجیات لانہ فی معنی الکاھن انتھی۔

قونوی کہتے ہیں کہ حدیث کاہن، قیافہ شناس اور نجومی سب کو شامل ہے۔ اس لئے نجومی، رمّال اور اس نوعیت کے دوسرے لوگ مثلاً کنکریاں پھینک کر حساب لگانے والے کی پیروی جائز نہیں۔ ان لوگوں کو جو اجرت دی جاتی ہے۔ وہ بالاجماع حرام ہے۔ جیساکہ بغوی اور قاضی عیاض وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے بعد اس شخص کی پیروی بھی جائز نہیں جو مدعی الہام بن کر الہامات کے ذریعہ خبریں دیتا ہو، اور نہ اس شخص کی پیروی جائز ہے۔ حروف ابجد کے علم کا مدعی ہو، کیونکہ یہ بھی کاہن کے حکم میں ہے۔

ان لوگوں کے بارے میں طویل بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وقد یکون فی ھٰؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوة بمثل ھذہ الخزعبلات، او طلب تغییر شیئ من الشریعة ونحو ذالک۔

اور ان لوگوں میں سے بعض لوگ قتل کے مستحق ہیں، مثلاً وہ شخص جو اس قسم کے جھوٹے حربوں سے نبوت کا مدعی ہو یا شریعت کی کسی چیز میں تبدیلی کا خواہاں ہو۔ وغیرہ

(شرح فقہ اکبر صـ۱۸۳، صـ۱۸۴)

اس آخری تحریر کے وقت تو شاید شیخ ملّا علی قاریؒ پر مرزا صاحب کی شخصیت منکشف ہو گئی تھی، مرزا صاحب انہی خزعبلات کے ذریعہ مسیحیت و نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور انہی باطل حربوں سے لوگوں سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ اب تک پوری امّت نے جو سمجھا ہے کہ حضرت عیسیٰ

عیسیٰ علیہ السلام بنفسِ نفیس تشریف لائیں گے۔ یہ غلط ہے، بلکہ اس سے مراد "مثیلِ مسیح" کی آمد ہے۔ اور وہ یہ خاکسار ہے۔

ہفت روزہ دورہ کی تقسیم :۔ مرزا صاحب آگے فرماتے ہیں :

"ان سات ہزار برس کی قرآن شریف، اور دوسری خدا کی کتابوں کی رو سے تقسیم یہ ہے کہ پہلا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا زمانہ ہے، اور دوسرا ہزار شیطان کے تسلط کا زمانہ ہے۔ اور پھر تیسرا ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا، اور چوتھا ہزار شیطان کے تسلط کا، اور پھر پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت پھیلنے کا (یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے اور شیطان قید کیا گیا) اور پھر چھٹا ہزار شیطان کے کھلنے کا اور مسلط ہونے کا زمانہ ہے۔ جو قرونِ ثلثہ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اور چودھویں صدی کے سر پر ختم ہو جاتا ہے۔ اور پھر ساتواں ہزار خدا اور اس کے مسیح کا اور ہر ایک خیر و برکت اور ایمان اور اصلاح اور تقویٰ اور توحید اور خدا پرستی اور ہر ایک نیکی اور ہدایت کا زمانہ ہے۔" (ص۳۴)

مرزا صاحب کی یہ سات روزہ تقسیم عقل و نقل کے خلاف محض خبط اور خام خیالی پر مبنی ہے۔

اولاً :۔ قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ مضمون مستنبط نہیں ہوتا۔ اس لئے قرآن کیطرف اس کو منسوب کرنا محض افتراء علی اللہ ہے۔

ثانیاً :۔ دوسری خدا کی کتابوں میں اول تو یہ مضمون نہیں۔ بلکہ یہ خدا تعالیٰ پر ڈبل جھوٹ ہے، علاوہ ازیں وہ سب کتابیں ایسی حالت میں ہیں کہ ان سے ایسے بڑے دعوے پر استدلال کرنا عقل و دانش کے خلاف ہے۔

ثالثاً :۔ دوسرے ہزار سال کو مرزا صاحب "شیطان کا زمانہ" بتاتے ہیں حالانکہ اس زمانہ میں بھی انبیاء علیہم السلام آتے رہے۔ مرزا صاحب کی تقسیم کے معنی یہ ہیں کہ معاذ اللہ ایک ہزار سال تک خدا کی بات چلتی رہی، دوسرے ہزار سال میں خدا نے شیطان کو عنانِ حکومت سنبھال دی، اس طرح ہر ہزار سال کے بعد شیطان و رحمان کا تبادلہ ہوتا رہا۔ کیا کوئی عاقل اس کو تسلیم کریگا۔؟

رابعاً :۔ پانچواں ہزار سال جس میں مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بتاتے ہیں اس کے سات سو چالیس میں تو بقول ان کے تاریکی چھائی رہی۔ کیونکہ آپؐ کی بعثت ۷۴۰ میں ہوئی تھی اور پونے تین سو سال کے بعد پھر تاریکی چھا گئی۔ اب غور فرمائیے، جس ہزار سالہ دور کا پون ہزار سال کفر و ضلالت کا گذارا ہو اس کو ہدایت کا زمانہ کہا جائے گا۔؟

خامساً:- قرونِ ثلثہ (تین صدیوں) کے بعد مرزا صاحب کے نزدیک پھر تاریک دور شروع ہوگیا تھا، کیا اس کے معنیٰ وہی نہیں جو مغرب کے ملاحدہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام چند سالوں کے بعد ختم ہوگیا تھا۔

سادساً:- مرزا صاحب اپنے دور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ذکر کرتے ہیں۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ختم ہوا، چودھویں صدی سے اب مرزا صاحب کا دور شروع ہوتا ہے۔

سابعاً:- مرزا صاحب اپنے دَور کو (جو چودھویں سے شروع ہوتا ہے۔) خیر و برکت۔ ایمان و یقین، صلاح و تقویٰ، توحید و خداپرستی اور نیکی و ہدایت کا دور بتلاتے ہیں۔ کیا دنیا کا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کی آمد کے بعد ان چیزوں میں ترقی ہوئی۔؟ مرزا صاحب سے پہلے ایمان و تقویٰ اور صلاح و ہدایت کا جو حال تھا۔ ان کے آنے کے بعد اس میں مزید انحطاط اور تنزل ہوا، یا ترقی ہوئی۔؟ یہ زمانہ بہ نسبت گذشتہ زمانہ کے "خدا کا زمانہ" کیسے ہوگیا۔ کیا ستم ہے کہ جس دور میں ہزاروں اکابر اولیاء اللہ اور مجددین امت پیدا ہوئے اسکو شیطانی زمانہ کہا جائے اور جس زمانہ میں مرزا صاحب کے بقول اسی لاکھ مسلمان عیسائی ہوئے۔ اس کو خداپرستی کا زمانہ قرار دیا جائے۔

یہ مرزا صاحب کی صرف ایک کتاب کی چند سطروں کا مرقع پیش کیا گیا ہے۔ اسی نمونہ سے اندازہ کیجئے کہ مرزا صاحب کی مسیحیت نے اسلام اور مسلمانوں پر کیا کیا ستم ڈھائے۔؟ تاریخ کو کیسے مسخ کیا، قرآن کریم کو کیسے بگاڑا۔

تکمیلِ سخن کے لئے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ تک کے دور کی تاریخ کا کوئی قطعی ذریعہ دنیا کے پاس نہیں ہے۔ تاہم مورخین نے ظن و تخمین کے ذرائع سے (جن میں بائبل کے مندرجات بھی شامل ہیں) یہ مدت قریباً چھ ہزار بتائی ہے۔ اس لئے مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام ۴۷۰۰ برس بعد مبعوث ہوئے تھے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے مقارن واقع ہوئی ہے۔ اسی بناء پر آپ کا ایک اسم گرامی نبی الساعۃ بھی ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرمایا کہ "میری بعثت اور قیامت کے درمیان بس اتنا فاصلہ ہے" لیکن اسکی ٹھیک مدت علام الغیوب کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اس لئے مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ کہ ان کی بعثت کے بعد ابھی دنیا کی زندگی ٹھیک ایک ہزار سال باقی ہے،

قرآن وحدیث کی تکذیب کے مترادف ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول بالکل قرب قیامت ہوگا، وہ چالیس سال زمین میں رہ کر انتقال کریں گے۔ مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس میں دفن کیا جائے گا۔ ان کے وصال کے بعد سات سال تک دنیا میں خیر و صلاح کا دور دورہ رہے گا، سات سال بعد ایک ہوا چلے گی جس سے تمام اہل ایمان کی وفات ہو جائیگی۔ اور صرف اشرار الناس باقی رہ جائیں گے، ان پر قیامت قائم ہوگی۔

یہ علامات قیامت کا مختصر نقشہ ہے، جو صحیح احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، اس سے جہاں مرزا صاحب کا دعویٰ دنیا کی عمر کے بارے میں باطل ہو جاتا ہے۔ وہاں ان کا یہ دعویٰ بھی غلط ہو جاتا ہے کہ آسمان سے نازل ہونے والا "مسیح" وہی ہے۔

جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ایمان ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "نبی صادق" مانتے ہیں۔ انہیں ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان علامات کو رکھنا چاہیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تفصیل و تشریح کے ساتھ بیان فرمائی ہیں۔ اور دوسری طرف مرزا صاحب کا سراپا ان علامات سے ملانا چاہیئے۔ اگر علم اور بصیرت اللہ تعالیٰ نے دی ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک ایک علامت مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کی تکذیب کرتی ہے۔ ہاں جن لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے تعلق نہ ہو، نہ آپ کی کسی بات پر ایمان ہو، ان کو اختیار ہے کہ اپنے لئے جو راستہ چاہیں تجویز کریں۔ ■■

مدرسہ عربیہ تعلیم الدین رجسٹرڈ بھیرہ

داخلہ ۱۰ شوال سے درس نظامی مشکوٰۃ شریف تک کے علاوہ حفظ اور ناظرہ کے طلبہ کا داخلہ بھی ہوگا۔ انشاء اللہ۔

امیدوار رمضان المبارک میں معلومات حاصل کریں

اہل خیر کی دعوات اور توجہات کی ضرورت ہے۔

حافظ عبدالرشید مہتمم مدرسہ عربیہ تعلیم الدین بھیرہ۔ ضلع سرگودھا

پاکستان